Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 5 (July-Sep 2024)
HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

Intellectual dimensions of Ejaz Tawakkal's Ghazal

اعجاز توکل کی غزل کے فکری اَبعاد

Dr. Zahid Akhtar Shaheen
Associate Prof. Department of Urdu Language and Literature, KFUEIT, RYK (Visiting)
Email: zasurdu@gmail.com

Dr. Shazia Andleeb
Assistant Prof. Department of Urdu Language and Literature, KFUEIT, RYK
Email: shazia.andleeb@kfueit.edu.pk

Muhammad Jafar Tayyar Mahboob
M. Phil Scholar, Khwaja Fareed UEIT, RYK
Email: hafizjafartayyar.mahboob@gmail.com

Abstract

Similar to other literary genres, poetry occupies a paramount position within the realm of Urdu literature. Urdu poetry boasts a diverse range of themes, with modern Urdu poetry particularly adept at reflecting societal concerns. It's the most powerful way to spread our culture and the values of socialism. This article tries to explore the intellectual dimensions in the ghazal of Jahangir Iqbal known as Ijaz Tawakkul. His poetry combines aspects of beauty based on scientific and modern sensibilities and maintains a highly developed expression. Ejaz Tawakkal's poetry is filled with important themes like life, grief, romanticism, social consciousness, human compassion, love and instability of the world. Ejaz Tawakkal has used poetic devices such as imagery, versification and sensory metaphors that reveals a beautiful stylistic style. Ejaz Tawakkal's poetry is a modern-era masterpiece, uniquely expressed through ghazals. As a progressive poet, he champions social justice, condemning human exploitation. His work prominently features social and romantic themes showcasing his versatility. Meer Taqqi Meer's poetry significantly influenced Ejaz Tawakkal's style. Ejaz Tawakkal is a shining literary star of the present age, his poetry is a treasure trove of innovative ideas, deep insights and fresh perspectives. He takes the art of ghazal to new heights.This essay explores the poetic structure of Ejaz Tawakkul's works, which reveals the essence of his literary talent.

Key Words: Enlightenment, Romanticism, Emotions, Efforts.

کلاسیکی موسیقی کے معروف اُستاد، اُستاد توکل حسین خاں کے پوتے اور اُستاد منیر حسین توکل کے بیٹے جہانگیر اقبال المعروف اعجاز توکل ۳ ستمبر ۱۹۶۲ء کو رحیم یار خان میں پیدا ہوئے۔ اعجاز توکل اپنے موضوعات اور اسلوب کی بنا پر بہاول پور ڈویژن میں انفرادیت رکھتے ہیں۔ ہیئتی تجربات اور نت نئے موضوعات نے اعجاز توکل کی شاعری میں ندرت پیدا کر دی ہے۔ استاد توکل حسین خاں کا پوتا ہونے کے ناطے موسیقی ان کے خون میں رچی بسی ہے۔ اس لیے ان کی شاعری ترنم و آہنگ سے معمور ہے۔ نعت، سلام اور غزل کے میدان میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ بقول نذیر خالد:

> ”سوال یہ ہے کہ جب شاعر اعجاز توکل کا موازنہ گائیک اعجاز توکل سے ہو گا تو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گا کہ شاعر بڑے ہیں یا گائیک“۔ (۱)

ان کی شاعری کے یہ موضوعات معرفت الٰہی، محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اہل بیت سے والہانہ عقیدت، تصوف، حسن و عشق (حقیقی و مجازی)، ہجر و فراق، غم، یادوں کا کرب، دنیا کی بے ثباتی، زندگی، جمالیات، انسانی نفسیات، رومانویت، اصلاحِ معاشرہ، ناانصافی، طنز، اور انسانی ہمدردی انتہائی اہم ہیں۔ ان موضوعات میں اعجاز توکل کی ذات کا عکس اور انفرادیت کے علاوہ تخیل کی فراوانی اور ایسی فکر انگیزی ہے جو ان کو اپنے معاصرین میں ایک اہم مقام عطا کرتی ہے۔

اعجاز توکل کا تخلیقی شعور جب پختگی حاصل کر رہا تھا اس وقت ترقی پسند شعرا میں احمد ندیم قاسمی جب کہ جدید اور مابعد جدید غزل کے شعرا میں احمد فراز، منیر نیازی، امجد اسلام امجد، جون ایلیا، ادا جعفری، پروین شاکر، کشور ناہید، ثروت حسین، شہزاد احمد اور ظفر اقبال وغیرہ کے نام کا ڈنکا بج رہا تھا۔ اعجاز توکل نے ۱۹۷۸ء میں اپنی شاعری کا آغاز کیا۔ چار دہائیوں سے زیادہ عرصہ پر محیط اس دورانیہ میں انھوں نے صرف اور صرف صنف غزل کو ذریعہ اظہار بنایا اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ البتہ ان کے پہلے مجموعہ کلام (تو نے چاہا ہی نہیں) میں صرف دو نظمیں نعت اور سلام کے عنوان سے ضرور موجود ہیں۔ بقول اعجاز توکل:

CC BY

"دوستو! میرا چھٹا شعری مجموعہ "شکریہ" کے نام سے آپ کے سامنے ہے۔ اس میں حسب سابق غزلیات ہی موجود
ہیں۔ کیوں کہ میں اسے اپنے فکری اظہار کے لیے آسان ذریعہ سمجھتا ہوں۔ غزل ایسا جزیرہ ہے جس میں غارت
گروں اور اسے سنبھالنے والوں کی آمد و رفت رہتی ہے"۔ (۲)

اعجاز نے ترقی پسند حقیقت نگاری یا انقلابی و ہنگامی شاعری سے شغف کا اظہار نہ کیا۔ اس نے اپنے منفرد طرز زیست کے تحت شاعری میں بھی اپنی انفرادیت کو قائم رکھا اور شاعری کے لئے جداگانہ قریہ آباد کیا۔ اعجاز نے اپنی سوچ کے اظہار کے طُرق خود متعین کیے ہیں۔ انھیں علم ہے کہ بنے بنائے، بندھے ٹکے اصولوں کی پیروی کر کے اور روایتی انداز اختیار کر کے وہ ادب کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتے۔ وہ صرف اور صرف غزل بلکہ جدید غزل کے شاعر ہیں۔ بقول فرحت عباس شاہ:

"اعجاز توکل خالص اور جدید غزل کا شاعر ہے۔۔۔۔ میں اسے محبت اور آنسوؤں کا شاعر کہوں گا"۔ (۳)

اعجاز توکل ایک ایسا شاعر ہے جو دورِ جدید کے مقتضیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے شعر کہتا ہے۔ اس کی شاعری جہاں جدید سائنسی رجحانات کی نمائندہ ہے وہیں اس کی عصری حساسیت بھی دم لیتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ وہ ایک حساس طبیعت اور عبقری ذہن رکھنے والے سنجیدہ شاعر ہیں۔ جہاں تک ان کی غزل گوئی کا تعلق ہے تو اس میں بھی ان کے حیاتی شعور اور عصری شعور کی جھلکیاں نمایاں ہیں۔ اعجاز توکل بلاشبہ نابغہ عصر اور زود گو شعرا میں سے ایک ہیں۔ جنھوں نے اپنی زیست ادب کے لئے وقف کر دی ہے اور یہ سلسلہ تا حال جاری ہے۔

اعجاز توکل کے یہ پانچ شعری مجموعے "تو نے چاہا ہی نہیں" (اپریل ۱۹۹۹ء)، "ہوا میں پھول کھلے" (۲۰۱۶ء)، "شاعری اور تم" (۲۰۱۸ء)، "خامشی کو خیر باد" (مئی ۲۰۱۹ء) اور "شکریہ" (جنوری ۲۰۲۰ء) اُردو زبان میں ہیں جب کہ دو شعری مجموعے "سگوں" (مارچ ۲۰۲۰ء) اور "کولیاں تے پیر" (نومبر ۲۰۱۹ء) پنجابی زبان میں ہیں۔ ان کے تمام شعری مجموعوں میں موجود غزلیات اپنے دور کے اسلوبیات و مقتضیات سے لگا کھاتی ہیں لیکن مرورِ ایام کے ساتھ ساتھ اعجاز توکل کے فکر و فن اور اسلوب و معیار میں جہاں تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں وہاں ان کے ہاں غیر مرئی انداز میں نفسیاتی برتاؤ کے ساتھ ساتھ لفظوں کی بنت کاری میں بھی تلون در آیا ہے۔ اعجاز نے شاعری کے جدید ڈکشن کو غزل میں جگہ دے کر اپنی غزلیات کو زبان و بیان کے نئے ذائقوں سے آشنا کیا ہے۔ بقول اعجاز توکل:

"میں بنیادی طور پر ایک تغیر پسند آدمی ہوں۔ شعری سفر میں ایک جگہ رکنے کو موت سمجھتا ہوں۔ لہٰذا اپنی شاعری
میں کچھ نہ کچھ نئے ذائقے تلاش کرتا رہتا ہوں"۔ (۴)

تخیلات کی حیرت سرا میں پھول کھلے کسی کا نام لیا اور ہوا میں پھول کھلے

یہ اعجاز توکل کی وسیع المشربی کا بین ثبوت ہے کہ وہ ساری عمر ایک ہی طریق پر رواں دواں رہے لیکن ایک ہی اسلوب سے دامن کشاں ہو کر چلے، انھوں نے اپنے اسلوب کی مجوف سطح یا زیریں رو میں جہاں ان کے اندر کا اعجاز توکل بستا ہے، وہاں اپنے مافی الضمیر میں بیٹھ کر اپنی غزل کے ذیلی اسلوب کو موہوم زمانی عزل و نصب سے آشنا کیا ہے۔ ان کی شاعری میں جدید طرز کی سائنسی دقیقہ رسی بدرجہ اتم موجود ہے۔ یہی تہ در تہ انداز اُردو غزل کا ہے جس میں سائنسی حساسیت کو تقدم حاصل ہے۔ غزل نگار اپنے گرد و پیش اور جذبات و احساسات کے درمیان ایک تناسب اور تلازمہ احساس کو قائم رکھتا ہے۔ یہ اسلوب اور یہ ڈکشن پچھلی صدی سے مختلف ہوتا ہے۔ جدید اُردو غزل کے اس بدلتے مزاج کے موافق اعجاز نے بھی اپنی غزل کے اسلوبِ بیان کو بدل کر نو بہ نو انداز میں شعر کے نئے ذائقے تلاش کیے ہیں۔ بقول فرحت عباس شاہ:

"اعجاز عہدِ حاضر کے ثقہ اور استاد شعرا کی طرح مصرعہ سازی نہیں کرتا مصرعہ تخلیق کرتا ہے"۔ (۵)

شاعری ان گنت میلانات و رجحانات سے تعبیر کی جاتی ہے۔ شاعر کے خیالات میں تغیرات پر مبنی شواہد پائے جاتے ہیں جو لائقِ ستائش و تعطف ہیں۔ اعجاز توکل کی شاعری کے مطالعہ سے ان کے مختلف اللّون فکری ابعاد اور تغیراتی شواہد اقلیم خرد پر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔

ہجر سے ہم طلب کریں گے وصال یعنی غم سے خوشی خریدیں گے
جسے بھی دیکھیے خوش ہے سخن سرائی میں کسی کو غم نہیں لفظوں کی پائمالی کا

اعجاز توکل کی شاعری میں روایت اور جدت کا اَخلاط ہی ان کی شعری اپج کا وصفِ خاص ہے۔ ان کے کلام میں افراط و تفریط، صعود و ہبوط یا کسی ایک طرف فکری میلان دیکھنے میں نہیں آتا جس سے ان کی معتدل شخصیت نمو پاتی ہے۔ ان کی غزل تغزل کے سرمائے سے بھرپور ہے۔ بقول فرحت عباس شاہ:

"اعجاز جن لفظوں کو چھوتا ہے وہ زندہ ہو جاتے ہیں"۔ (۶)

ادب سے عاری درندہ صفات لوگوں میں میں بیٹھتا ہی نہیں واہیات لوگوں میں

تکوینِ نوعِ بشر سے آج تک انسان ناسا گار حالات کا شکار ہے۔ یہی وجہ ہے جس کے سبب اِس پُر از فتنہ و شر جہان میں انسان نے ہر دور میں اشد درجہ کے احساسِ اجنبیت کو محسوس کیا ہے۔ اسی فکر کے عکوس اعجاز توکل کے افکار میں بھی مشاہدہ کیے جا سکتے ہیں جب وہ عالم تنہائی اور اداسی میں ایک ہم سفر کی اشد ضرورت محسوس کرتے ہیں۔

یہ جو روتے ہیں چھپ کر کبھی تنہائی میں رفتہ رفتہ تجھے آنکھوں سے نکال آتے ہیں

اعجاز توکل گہرا معاشرتی شعور رکھتے ہیں۔ معاشرے اور حقیقی زندگی میں مفقود ایسے بے شمار مسائل و معاملات جن کے پیچھے کئی عوامل کار فرما ہیں اعجاز توکل ان کو اشاروں کی صورت میں پیش کر کے قاری کو اپنے شعور سے ہم آہنگ کرتے ہیں۔ وہ موجودہ تعلیمی نظام کے بارے میں اظہار کرتے ہوئے سکول و کالج کی تعلیم پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔

CC BY

کوئی تو ایسی خرابی ہے جس کے سبب　　شہر کے لوگ مضافات میں رہنے لگے ہیں
کر کے بیٹھا ہوں علم کو بھی رد　　کوئی کالج نہ اب سکول قبول

یہ دنیا غم کی آماج گاہ ہے اور یہاں غم سے بھاگنا ناممکن ہے۔ یہاں وہی کامیاب ہے جو غم سے خوگر ہے۔ گویا غم حیات کے لیے اشد ضروری ہے۔ اعجاز توکل اپنی غزلوں میں کہیں کہیں تو غم کو بار سمجھتا ہے لیکن کہیں کہیں غم سے مفاہمت کر کے اُسے جزوِحیات بنالیتا ہے اور اُس سے لطف محسوس کرنے لگتا ہے۔ اعجاز کے خارجی واقعات وحالات نے اُن کی شخصیت میں غم کا بیج بو دیا ہے تاہم ان کے باطن کی دنیافعال ومتحرک ہے۔ یہ غم ان کی شخصیت کی تخریب کی بجائے تعمیر کرتا ہے۔

اب میں ہنستا ہوں شدتِ غم میں　　اب میں آنسو نہیں بہاتا ہوں

اعجاز کو درپیش حالات وحوادث بشمول آرزوؤں کی پامالی، غمِ عاشقی وغمِ زمانہ، غریب الوطنی، اپنوں کی بے اعتنائی، فن کی ناقدری اور ان پر مستزاد حساس وزودرنج طبیعت نے اعجاز کے مزاج کو خوب تراشا۔ اعجاز کا دائرہ غم ذاتی اور معاشرتی دونوں غموں پر محیط ہے۔

ٹھہر گئی ہے دکھوں کی فضا مرے اندر　　بسے ہوئے ہیں کئی کربلا مرے اندر

اعجاز توکل غمِ ذات سے ہوتے ہوئے غمِ حیات اور پھر غمِ کائنات میں پھیلے عناصر تک جا پہنچتا ہے۔ غم اُس کے نزدیک قنوطیت نہیں بلکہ ترفع ہے۔ یہ غم یاسیت کی بجائے نشاطیہ کیفیت کا مظہر ہے۔

غم وہ شاخِ ملال ہے جس پر　　اب میں دن رات لہلہاتا ہوں

غزل چوں کہ معاملاتِ مہرومحبت اور عشق وعاشقی کی داستان ہے۔ اس راہ کے راہی کو ہر قدم پر ہجروفراق کی تلخیاں سہنا پڑتی ہیں۔ آتشِ فراق اور خواہشِ وصل میں جلتے ہوئے اعجاز توکل کے ہاں ان واردات وتجربات کے بیان سے ان کی شاعری میں سوزوگداز کی کیفیات در آئی ہیں۔

ہجر کی رات میری پلکوں پر　　آنسوؤں کے چراغ جلتے تھے
پھر تری فرقتوں کے شعلوں میں　　جس قدر ہو سکا نہایا میں

اعجاز توکل کی ابتدائی شاعری میں بے یقینی اور بے اعتمادی کا عنصر غالب ہے اور یہ بے یقینی اور بے اعتمادی دراصل ڈر اور خوف کے سبب بھی ہے اور یہ ڈر اُن کی پہلی ناکام محبت کا تجربہ ہے جو گمان کی صورت میں ان پر ہر وقت طاری رہتا ہے لیکن اس بے اعتمادی اور بے یقینی کے موضوعات کو بیان کرتے ہوئے بھی قنوطیت کا عنصر ان کے کلام پر غالب نہیں ہو پاتا۔

وہ بے یقینی محبت میں تھی کہ تنگ آ کر　　کبھی کبھی میں تجھے بھول جایا کرتا تھا
نہ اعتماد ملا مجھ کو تیری محبت کا　　وگرنہ میں کوئی دنیا سے ڈرنے والا تھا

اپنے محبوب میں کائنات کا جمالی روپ دیکھنے والے اعجاز کی اُفتاد بھی رومانی ہے اور اُن کی شاعری پر بھی پر لطف اور مخمور فضا چھائی ہوئی ہے۔ اعجاز توکل کی شاعری میں اُس کی محبوبہ مابعد الطبیعاتی حیثیت اختیار کرتے ہوئے اپنے مرئی وجود سے بلند ہو کر ایک ایسے مثالی وجود کا روپ دھار لیتی ہے جس کے ہاتھ میں کائنات کی نبض ہے۔

میرے خیالوں کا ہاتھ تھامے　　وہ بارشوں میں نہا رہی ہے

شاعر بنیادی طور پر حسن کا جویا اور پارکھ ہے اعجاز کے کلام میں بھی حسن کی مرقع آرائیاں جابہ جا ملتی ہیں۔ ان کے ہاں مجازی حسن نمایاں نظر آتا ہے لیکن کہیں کہیں حسنِ حقیقی کی جھلکیاں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ حسنِ حقیقی کے اشعار:

نظر میں اُس کا جمال آیا کبھی نہیں ہے　　یہ لمحہ بے مثال آیا کبھی نہیں ہے
حسن کی بارگاہ میں اعجازؔ　　جب بھی آیا میں با وضو آیا

حسن مجازی میں اعجاز اپنے محبوب کا مکمل سراپا پیش کرتا ہے۔ وہ اپنے محبوب کو کبھی پھول سے تشبیہ دیتا ہے، کبھی چاند سے، کبھی جھلملاتے تاروں سے کبھی اُجلے نظاروں سے اور جب کچھ بھی سجھائی نہ دے رہا ہو تو اعجاز اپنے محبوب کو آپ اپنی مثال کہہ کر قلم توڑ دیتا ہے۔

تیرے خد وخال کی نزاکتوں سے خبر ہوئی　　کہ تو آپ اپنی مثال سے ہے بندھا ہوا
وہ غرور کرتی ہے کتنا اپنے جمال پر　　کہ شکاری اپنے ہی جال سے ہے بندھا ہوا

اعجاز نے اپنے پہلے مجموعے (تونے چاہا ہی نہیں) میں اپنی زندگی کو کئی مشکلوں، الجھنوں اور اذیتوں کی شکار کہا ہے۔ اِسی مجموعے میں اُس نے اپنی زندگی کو کئی کشتیوں کی سوار، راستے کا غبار، آنسوؤں کی قطار، دھوپ اور سائبان، عروج وزوال کی داستان، خاندان، بدگمان، امتحان اور مثلِ طوفان کہا ہے۔

کسی بے نوا کی پکار ہے مری زندگی
کئی الجھنوں کا شکار ہے مری زندگی
کئی سوگ رہتے ہیں ہر طرف مری گھات میں
کوئی آنسوؤں کی قطار ہے مری زندگی

اعجاز حالاتِ حاضرہ پر عمیق نظر رکھتے ہیں۔ وہ اپنی غزلوں میں عصرِ حاضر کے بہت سارے مسائل مثلاً دہشت گردی، بڑھتی آبادی، مہنگائی، مشینی دور کے سبب بے مروتی، ہنر مندوں کی ناقدری، بدقماشوں اور کمینوں کی پذیرائی، چھوٹی حویلیوں کے خاتمے اور بلند و بالا عمارات کی تعمیر وغیرہ کو موضوعات بنا کر پیش کرتے ہیں۔

وہ خوف کوچہ و بازار میں بسا ہے کہ لوگ
ڈرے ڈرے ہوئے گھر سے قدم نکالتے ہیں
اگر کھو چکے اعتبار دستِ ہنر
یہ میاں وقت ہے مشینوں کا
عشق پر بھی اثر پڑے گا
قیمتیں بڑھ رہی ہیں آئل کی

ہر دور اور کم و بیش ہر شخص کا تصورِ آزادی مختلف ہے۔ اعجاز توکل اپنی شاعری میں آزادی کے حق میں جدوجہد کرنے والے لوگوں پر ہونے والے جبر واستبداد کی طرف اشارہ کرتا ہے لیکن وہ بے باکانہ انداز میں الٹی گنگا کے خلاف سینہ سپر ہو کر یوں کہتا ہے کہ اگر ظالموں نے جراتِ اظہار پر پابندی لگائی تو دوسرا حربہ استعمال کیا جائے گا۔

لڑیں گے جو آزادیوں کے لیے
وہ سارے گرفتار ہوں گے میاں
اگر لب کشائی سے روکا گیا
تو آنکھوں سے اظہار ہوں گے میاں

اعجاز توکل اپنے کلام میں جب طنزیہ وار کرتے ہیں تو فسردہ لوگوں پہ ہنسنے والوں پر، اہلِ قلم پر، نکتہ چینوں پر اور برے سماج پر طنز کے نشتر چھوڑتے ہیں۔

فسردہ لوگوں پہ ہنسنے والو
یہ بد تمیزی کی انتہا نہیں

اعجاز توکل کی شاعری میں ترقی پسند تحریک کے اثرات موضوعات کی ہم آہنگی کی صورت پائے جاتے ہیں۔ اعجاز کو برائی سے سخت نفرت ہے۔ وہ اپنے کلام میں برائی کے خلاف اپنے خیالات ببانگ دہل پیش کرتے ہیں۔

ہوں مختلف سو برائی کا ساتھ کیسے دوں
میں چاہتا ہوں مخالف رہے زمانہ مرا

انسانیت سے پیار اعجاز توکل کی غزل میں داخلی کیفیات سے آمیز ہو کر اشعار کا روپ دھار لیتا ہے۔ مفلس اور مظلوم انسانیت کا دکھ بانٹنے والے اعجاز کے کلام میں انسانیت کا درد اس طرح جھلکتا ہے جیسے کسی ایک شخص کو اپنے سگے بھائی کی حالتِ زار دیکھ کر آنسو آ جائیں۔ بقول فرحت عباس شاہ:

> "اعجاز ایک خاص آدمی کا شاعر ہونے سے زیادہ ایک عام آدمی اور ایک الجھے ہوئے انسان سے زیادہ ایک خالص انسان کا شاعر ہے۔"(۷)

زہر سے بھی اگر بھرا ہوتا
پھر بھی انسان کو نہ ڈستا میں

شاعر کو عام طور پر معاشرے کا درد مند اور حساس فرد مانا جاتا ہے جو معاشرے کا مصلح اور رہنما بھی ہوتا ہے۔ الطاف حسین حالی نے بھی مقدمہ شعر و شاعری میں اصلاحِ معاشرہ پر خاص زور دیا ہے۔ بقول شمس کنول:

> "مصلح قوم اچھی مفید اور وقت کے مطابق کار آمد باتیں لے آتا ہے۔۔۔انسانوں کے اصلاح پسند گروہ صدیوں کی جدوجہد اور کشمکش کے بعد اپنی قوم کو نیا آئین، نیا دستورِ زندگی، نیا سماج یا نیا تمدن عطا کر پاتے ہیں۔"(۸)

مسلم معاشرے کے پروردہ اعجاز توکل نے بھی اپنے کلام میں معاشرے کے تلخ پہلوؤں کی عکاسی کر کے معاشرے کی اصلاح کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ اعجاز توکل اپنے کلام کے ذریعے برے سماج پر قدغن لگانا ضروری سمجھتا ہے۔

عریانی ہے تشویش طلب عشق میں صاحب
ملبوس محبت کا شریفانہ بناؤ
یہ لوگ خساروں سے بچنے والے نہیں
بری ہوں نیتیں سب کی تو کیا سلامتی ہو

اس جہانِ فانی سے کوچ کر جانے والوں کے متعلق اعجاز کا نظریہ واضح ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ اعجاز توکل کسی کی محبت میں مر جانے والے لوگوں کو زندہ گردانتا ہے چاہے وہ قبل از مرگ ہوں یا بعد از مرگ ہر دو صورت امر ہیں۔

مرے ہوئے نہ کہا جائے رفتگاں کو دوست
یہ لوگ زیر زمیں زندگی گزارتے ہیں
مرا ہونا نہ ہونا برابر میرے ہونے کے
رہوں گا زندہ اگر مر سکا محبت میں

CC BY

اعجاز کو خوابوں سے پیار ہے کیوں کہ یہ خواب اس کے اپنے محبوب کے خوش نما وجود سے لپٹنے کا وسیلہ ہیں۔ اعجاز توکل خواب و خیال میں اپنے محبوب کو اس لیے چھوتا ہے کہ اس سے بدن داغ دار نہیں ہوتا۔

خیال و خواب میں چھوتا ہوں اس لیے اس کو
کہ اس عمل سے بدن داغ دار ہوتا نہیں

شاعروں کو عام طور خیالی پلاؤ پکانے والے، مبالغہ آمیز باتیں کرنے والے، نقال اور دروغ گو کہا جاتا ہے کیوں کہ بہت سے شعرا کے کلام میں یہ عناصر بالعموم پائے جاتے ہیں لیکن اعجاز توکل کی شاعری ایسے مبتذل عناصر سے مبرہ ہے۔ اعجاز توکل کی غزلوں میں بہت سے ایسے اشعار کی بھرمار ہے جو حقیقت بیانی کے زمرے میں آتے ہیں۔

دوسری رائے کوئی ہے ہی نہیں
جو بھی سچ بولے وہ صدیقی ہے
میں نے جو کہہ دیا وہی سچ ہے
میں حکومت کا ترجمان نہیں
حیات لفظی دلیلوں کو مانتی ہی نہیں
سو جو کہو وہی کر کے دکھانا پڑتا ہے

اعجاز توکل کے کلام میں کئی بار ایسے موضوعات سامنے آتے ہیں جن میں احساسِ زیاں دخیل ہوتا ہے۔ یہ احساسِ زیاں کبھی تو وقت کے جلد اور ضائع گزر جانے، عمر کا خساروں میں بیت جانے، درختوں کے روز بہ روز بے تحاشا کٹنے، مکانوں اور مکینوں کے دکھ کے ساتھ ساتھ محبت میں خساروں کی صورت ظاہر کرتے ہیں۔

ہر شخص نے کاٹا ہے انھیں حسبِ تمنا
باقی جو بچے ہیں یہی دو چار شجر ہیں

فن موسیقی میں مہارتِ تامہ رکھنے والے اعجاز توکل کے کلام میں جا بجا موسیقی کی اصطلاحات کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ اس نے موسیقی کی اصطلاحات کو تشبیہات و استعارات میں استعمال کر کے اشعار کی فکری و فنی خوبیوں میں اضافہ کر دیا ہے۔ بقول اعجاز توکل:

"شاعری اور موسیقی میرے عشق ہیں اور میں انھی میں اپنی زندگی کے شب و روز بسر کرتا ہوں۔"(۹)

گریہ ہے اک تال اس کا
سم ہیں رونے والے لوگ
سُر ہے میرے قابو میں
لے اب میرے پاس نہیں

اعجاز توکل کے چوتھے شعری مجموعہ کلام (خامشی کو خیر باد) میں تمام غزلوں کے اشعار صرف اور صرف قافیہ اور ردیف پر مشتمل ہیں یعنی ان غزلوں کے اشعار میں قافیہ اور ردیف کے علاوہ اور کوئی لفظ موجود نہیں ہے۔ بقول اعجاز توکل:

"یہ شعری تجربہ مخصوص روایتِ سخن سے ذرا ہٹ کر ہے۔ اس میں موجود غزلیات صرف قافیہ اور ردیف پر مشتمل ہیں۔۔۔ غزل کی زیر بحث ساخت کے حوالے سے اتنی گزارش ہے کہ یہ غزل چیدہ چیدہ شعرا کے ہاں موجود ضرور ہے لیکن اس کا باقاعدہ کتابی شکل میں لانا ایک مشکل کام تھا۔ خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ توفیق عطا کی کہ یہ کام میرے ہاتھوں سر انجام پائے۔"(۱۰)

آ شکستہ پڑا ہوا ہوں میں
پا شکستہ پڑا ہوا ہوں میں

اعجاز توکل کی شعری انفرادیت کا ایک سبب ان کا اسلوب اور طرز ادا ہے۔ جس کا تعلق ان کے ذرخیز تخیل اور عمیق مشاہدے سے ہے۔ رومانی لب و لہجہ عصری و سیاسی شعور اور تجسس ان کی شاعری میں ایک جہانِ تازہ کی بنیاد رکھتا ہے جس کے نتیجے میں ان کا علامتی و استعاراتی نظام ظہور پذیر ہوتا ہے جو پوری طرح خود کفیل ہے۔ وہ علامتوں کے ذریعے معانی کا ایک لامتناہی سلسلہ خلق کرتے ہیں جس میں ذات سے سماج اور پھر کائنات تک کے تمام رنگ جلوہ گر ہیں۔ انھوں نے ماحول کی کرب ناکی، اخلاقی و معاشرتی اقدار کی شکست و ریخت اور معاملات حسن و عشق کے لئے نئی علامتیں اور استعارے وضع کیے۔ اعجاز توکل کے معنیاتی نظام میں علامتوں اور استعاروں کا استعمال انسانی رویوں اور معاشرے سے وابستہ اور متصادم ہو کر فکری اساس تشکیل کرتا ہے۔

حوالہ جات

1. نذیر خالد، انٹرویو اعجاز توکل، مشمولہ، روزنامہ "خبریں"، لاہور، ۴ فروری ۲۰۰۵ء
2. اعجاز توکل، حقائق، مشمولہ: شکریہ، لاہور، نستعلیق مطبوعات، جنوری ۲۰۲۰ء، ص ۱۱
3. فرحت عباس شاہ، محبت اور آنسوؤں کا شاعر، مشمولہ: تونے چاہا ہی نہیں، از اعجاز توکل، لاہور، شام کے بعد پبلی کیشنز، اپریل ۱۹۹۹ء، ص ۷
4. اعجاز توکل، حقائق، مشمولہ: شکریہ، لاہور، نستعلیق مطبوعات، جنوری ۲۰۲۰ء، ص ۱۱
5. فرحت عباس شاہ، محبت اور آنسوؤں کا شاعر، مشمولہ: تونے چاہا ہی نہیں، از اعجاز توکل، لاہور، شام کے بعد پبلی کیشنز، اپریل ۱۹۹۹ء، ص ۷
6. ایضاً
7. ایضاً
8. شمس کنول، بھگتی، مشمولہ مذاہب عالم نمبر، گگن، س ن، ص ۴۱
9. اعجاز توکل، اپنے اور اپنوں کے بارے میں، مشمولہ: شاعری اور تم، از اعجاز توکل، لاہور، نستعلیق مطبوعات، ۲۰۱۸ء، ص ۱۱
10. اعجاز توکل، دیباچہ: خامشی کو خیر باد، لاہور، سیوا پبلی کیشنز، مئی ۲۰۱۹ء، ص ۱۱

CC BY